اعتبارِ ہستی
انجم انصار

PAKSOCIETY1

PAKSOCIETY

اعتبارِ ہستی

انجم انصار

گرے آلٹو سڑک پر اس تیزی سے جا رہی تھی... جیسے اندھا دھند بھاگ رہی ہو اور چلانے والا اسے یہ سوچ کر چلا رہا تھا جیسے اسے کہیں رکنا ہی نہ ہو۔ تندرو دوڑتی ہوئی...... وہ اسپیڈ بریکرز پر بھی اچھلتی کودتی ہوئی جا رہی تھی۔ شاہراہِ فیصل کا چوراہا جب تیزی سے عبور کرتے ہوئے گاڑی گزری تو اس کے برابر چلنے والی گاڑی سے عمر رسیدہ شخص نے اپنا سر نکال کر کہا۔

''ابے پاگل ہو گیا ہے کیا......؟ یا اپنی جان دینے

نکلا ہے جو گاڑی اڑائے لیے جا رہا ہے۔''
ہاں میرا دل بھی کچھ چاہ رہا ہے کہ اپنی گاڑی کسی آئل ٹینکر سے ٹکرا دوں...... (اس کی بات سن کر دل میں یہی خیال آیا تھا) اس وقت میرا دماغ کسی بھٹی کی طرح تپ رہا تھا۔

کیا صحیح ہے...... اور کیا غلط ہے کہ چکر نے مجھ کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ ''میری ہر بات صحیح ہے...... آپ بالکل غلط کہہ رہے ہیں۔'' میں نے بچپن سے ہی اپنی امی کا یہ وتیرہ دیکھا تھا کبھی بھی وہ بابا کی ہم خیال ہوتی ہی نہیں تھیں...... یا شاید ان میں لچک ہی نہیں تھی۔ ان کا شمار ان بیویوں میں ہوتا تھا جو اپنے شوہر کی ہر بات رد کرنا ضرور سمجھا کرتی تھیں۔ معمولی سی بات اگر بابا یہ کہہ دیتے کہ آج ماش کی دال پکالو تو وہ جھٹ کہہ دیتیں۔ یہ بادی ہوتی ہے یا آج ان کے پیٹ میں درد ہے اگر یہ دال پکی تو ان کی طبیعت مزید خراب ہو جائے گی۔ اسی طرح امی اگر کہیں جانے کو کہتیں تو بابا اپنی مصروفیات کی لسٹ کھول کر رکھ دیتے...... (یا شاید وہ واقعی مصروف رہتے تھے) کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا جس میں امی اور بابا کے درمیان کوئی جھک جھک یا پٹ پٹ نہ ہوئی ہو۔

''شبانہ آپ غلط کہہ رہی ہیں...... آپ بات کو غلط انداز میں لے رہی ہیں۔ اس طرح معاملہ کبھی سلجھا نہیں کرتا ہے۔'' بابا اکثر رسان سے ان کو سمجھانے کی سعی کیا کرتے۔

''نہیں عرفان' تم ہمیشہ غلط بات کو صحیح کہتے ہو۔ اسی وجہ سے تو سب سے پیچھے رہ گئے ہو۔ یہی وجہ ہے کہ تمہیں لوگ پسند نہیں کرتے' تمہیں ہمیشہ اپنی من مانی کی جو عادت ہے۔ تمہارا شمار ان لوگوں میں ہے جو ہمیشہ اپنی غلط بات بھی صحیح سمجھا کرتے ہیں......'' امی تیز و تند لہجے میں بابا سے لڑتیں۔

''شبانہ آپ نے تو پڑھ لکھ کر بھی ڈبو دیا ہے...... جو عورت اپنے آپ کو نہ سمجھ سکے وہ کسی دوسرے کو کیا سمجھے گی۔''

''عرفان صاحب میں ہر بات کو آپ کی عینک سے نہیں دیکھ سکتی۔''

''یہ بات نہیں ہے شبانہ...... آپ ہمیشہ اپنے والوں کے تجربات کو زندگی کی حقیقت سمجھا کرتی ہیں۔ کبھی آپ نے میری بات کو سچ مانا ہی نہیں' چاہے وہ ہی سچی کیوں نہ ہو......'' بابا کا دھیما مگر کمزور سا لہجہ بھی میری سماعتوں میں زندہ تھا۔

''میں پاگل تو نہیں ہوں ناں...... جو ایک پروفیسر کی غلط بات کو صحیح جانوں گی۔'' یہ امی کا کاری ہوتا تھا۔

''ٹھیک ہے جو آپ کا دل چاہے کیجیے۔'' شکست خوردہ لہجے میں کہتے۔ تب امی کا جو چاہتا...... وہ کرتیں۔

بابا کمیٹیاں ڈالنے کے خلاف تھے اور امی اس کی شوقین...... کمیٹی والی بھاگ گئی اور اکٹھی دس کمیٹیاں ڈالنے سے بابا کا دس لاکھ کا نقصان ہوا۔ بابا نے انہیں لاکھ سمجھایا کہ شیئرز کے کاروبار میں نقصان کا خانہ بھی ہے...... اس لیے شیئرز لیتے وقت اپنے بجٹ کا خیال رکھنا چاہیے ورنہ یہی شیئرز جو بظاہر شیئر نظر آتے ہیں مندی کی صورت میں کاغذ کے شیر بن کر سب نچوڑ دیتے ہیں مگر امی نے کبھی ان کی بات نہیں مانی...... یوں لاکھوں کا نقصان اٹھایا اور اس کا ذمے دار بھی بابا کو ٹھہرایا...... کہ اگر وہ ان کا ساتھ دیتے تو اتنا گھاٹا نہ ہوتا۔

بابا کے مزاج میں حلیمی ضرور تھی مگر بحث کرنے کے وہ بھی عادی تھے۔ بلا تکان وہ گھنٹوں بول سکتے تھے۔

ایسے والدین کا اکلوتا بچہ...... جو ہر بات کو سن کر کبھی ماں کا چہرہ دیکھتا اور کبھی باپ کا...... اس کے ذہن میں صرف یہی آواز مستیدی ہوگئی۔

صحیح اور غلط کا پنڈولم...... پتا نہیں کب تک میرے ذہن کے بخیے ادھیڑتا رہتا...... کہ زندگی کے تجربوں نے مجھے از خود یہ باور کرا دیا...... ہمیشہ ہم صحیح نہیں ہوا کرتے۔ دوسرے لوگ بھی صحیح ہو سکتے ہیں اور ایسے میں ان کی بات مان لینا کوئی نادانی نہیں ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے یہ اثرات امی کی وجہ سے مجھ میں در آئے ہوں کہ میں ان سے زیادہ قریب تھا۔ بابا جب کسی بات پر مجھے

ڈانٹا کرتے تو امی فوراً میرے سامنے کھڑی ہو جاتیں ان کی صحیح بات پر بھی وہ مجھے ان سے بچائے رکھتیں اور ہمیشہ مجھے یہ بتاتیں کہ تمہارے بابا نے تمہیں غلط ڈانٹا تھا اور تمہاری ماں ہی تمہیں صحیح بات سمجھا سکتی ہے۔ امی کی باتیں سن کر میں اثبات میں سر ہلا کر انہیں ٹکر ٹکر دیکھا کرتا۔ بابا کبھی کوئی نصیحت کرتے...... تو میں سر جھکا کر ڈرے ہوئے لہجے میں جی بابا جانی کہا کرتا (جیسے اس جملے کے سوا کچھ کہنا ہی نہیں) کاش امی اور بابا...... ایک حادثاتی موت کا شکار نہ ہوئے ہوتے تو...... میں یعنی دانش رحیم کی پرورش اپنے گھر میں ہوتی...... میں اپنے گھر سے دربدر نہیں ہوتا۔

میں جو راحت خالہ کے گھر میں رہتا تھا۔ ان کی اکلوتی بیٹی کی ہر اونگی بونگی بات کا جواب دینا ضروری خیال کرتا تھا...... مجھے معلوم تھا کہ نمو کی شکل دیکھ کر خالہ، خالو کے چہرے پر خوشیاں رنگ بکھیرا کرتی تھیں۔

مجھے یاد ہے ایک مرتبہ نمو کی لن ترانی سن کر میں نے انتہائی شوخی سے کہا تھا۔ ''یہ تم ہر بات میں اپنی سہیلی مونا کے حوالے کیوں دیا کرتی ہو...... وہ کوئی سقراطن بقراطن تو ہے نہیں، تمہاری یہ دوست ہمیشہ بے پر کی اڑاتی ہے اور رائی کا پہاڑ بنانے کی اس کی ہمیشہ سے عادت ہے۔''

''نہیں دانش بھائی، میری دوست کے بارے میں آپ کو ایسی رائے رکھنے کا کوئی حق نہیں ہے......'' وہ اپنے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر انتہائی طیش کے عالم میں بولی۔

''ارے جاؤ...... تم اور تمہاری دوست کو میں خوب جانتا ہوں...... اول درجے کی گپی لڑکیاں...... جنہیں بے پر کی اڑانے کے علاوہ کوئی کام نہیں ہوتا۔''

''امی ادھر آیئے......'' میری بات سن کر وہ دہاڑ کر خالہ جان کو پکار بیٹھی۔

''جی...... میری جان......'' وہ اس کی ایک آواز پر دوڑی چلی آئیں۔

''اپنے بھانجے صاحب کو دیکھ رہی ہیں۔'' وہ مجھے نخوت سے دیکھتے ہوئے بولی۔

''اچھا اب دانش بھائی کہنے کی بھی ضرورت نہیں رہی......'' میں نے اسے چڑا کر مزید تاؤ دلایا...... نہ جانے کیوں اس کا غصے سے سرخ لال بھبھوکا چہرہ مجھے انتہائی پیارا لگا کرتا تھا۔

''آپ چپ رہیے...... امی کو بولنے دیجیے......'' وہ ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

''ارے ہو کیا گیا...... میری چندا کیوں ناراض ہے...... دانش بیٹے تم میری گڑیا کو ناراض مت کیا کرو......'' وہ اسے دلار سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

''پہلے آپ بتایئے...... میری دوست مونا ہر بات درست کہتی ہے ناں؟''

''ہاں، ہاں...... بالکل۔'' خالہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے بھی اس کی بات پر ہنکارا ابھر بیٹھیں۔

''دیکھا' کیسی کچی ہوئی آپ کی......'' وہ مجھے گھونسا دکھاتے ہوئے بولی۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے مجھے کچا ہی چبا جائے گی۔

''ارے پوری بات تو بتاؤ ناں خالہ جان کو......'' میں نے اپنی ہنسی بمشکل روکی۔

''ہاں، ہاں چندا بتاؤ ناں تمہاری عزیز از جان دوست نے کیا فرمایا ہے؟'' خالہ جان کو بھی اس کی باتوں میں مزہ آنے لگا۔

''پہلے آپ دانش بھائی کو اچھی طرح سمجھا دیں کہ میری سہیلی کے بارے میں اپنے انٹ شنٹ خیالات کا اظہار نہیں کیا کریں۔''

''اچھا...... اچھا...... اب نہیں کہے گا وہ۔'' خالہ آنکھوں ہی آنکھوں میں مجھے کچھ کہتیں۔

''خالہ جان پہلے آپ فرمانِ مونا تو سن لیں کہ اس کا ذہن نہ جانے کیا الا بلا سوچتا رہتا ہے۔'' میں نے پھر نمو کو شوخی سے چھیڑا۔

''جس انسان کے پاس دماغ ہوگا...... وہی سوچ سکتا ہے...... میں آپ کی بات نہیں کر رہی ہوں۔'' وہ جل کر بولی۔

''آخاہ...... جیسی ذہین آپ ہیں ویسی ہی آپ کی سہیلی بھی ہوگی۔'' مجھے اس کو تنگ کرنے میں واقعی

مزہ آیا کرتا تھا۔

"دریں چہ شک ......؟ میری ذہانت کے گواہ بہت سے لوگ ہیں۔ آپ کس کو گواہی کے لیے لائیں گے۔" اس نے جملہ کسا۔

"افوہ کیوں بات بے بات لڑتے ہو تم دونوں ...... مجھے یہ بتاؤ آخر مونا نے کیا کہہ دیا جو ہماری بیٹی اتنی بچی ہو رہی ہے۔"

"امی جان، مونا کہتی ہے جس علاقے میں ہمارا گھر ہے یہ اب رہنے کے قابل نہیں رہا۔"

"خوامخواہ ہی میں ......؟ اتنا اچھا تو ہمارا گھر ہے۔ خود کا بنایا ہوا ہے۔ ہر چیز اپنی مرضی کے مطابق ہے۔ کہیں اس کا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔"

"بالکل یہی بات میں نے بھی کہی تھی۔ ان کی سہیلی کو بے کار کی بکواس کرنے کی عادت ہے اور ایک یہ ہیں کان بند کر کے اس کی ہر بات کو درست قرار دینے پر بے چین ہو جاتی ہیں۔" خالہ جان کو اپنا ہمنوا جان کر میں نے اسے پھر چھیڑ ڈالا۔

"دانش بھائی آپ کو اس معاملے میں بولنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے یہ میرا اور امی کا معاملہ ہے۔" پھر امی کی طرف مڑ کر بولی ...... "امی مونا بالکل درست کہتی ہے مانا کہ ہمارا مکان خاصا بڑا ہے مگر اس کی لوکیلٹی اچھی نہیں ہے۔ رات دن کے ہنگاموں کی وجہ سے یہاں کے مکانوں کی ویلیو ڈاؤن ہوتی جا رہی ہے۔"

"پھر بیٹا اب کیا کر سکتے ہیں؟"

"مونا کہتی ہے کہ ہمیں کلفٹن میں مکان لے کر رہنا چاہیے۔"

"مونا مکان لے کر دے رہی ہے تو خالہ جان جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ......" مجھے اس کی باتوں میں پھر مزہ آنے لگا۔

"ہاں گڑیا ...... دانش کی بات مانے جانے کے قابل ہے اور پھر اس سلسلے میں تم اپنے ابو سے بھی مشورہ کر لینا۔" خالہ جان نے اپنی جان چھڑانی چاہی۔

"مگر ہمیں کیا ضرورت ہے کسی کے مکان میں رہیں۔" اس نے شعلہ بار نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارے نمو جی ...... آپ کی مونا کا مکان بھلا ہم کا کیوں ہونے لگا۔ مونا کے مکان میں مزے سے ... کریں گے۔"

"دانش کے بچے ...... ہم اتنے غریب لوگ نہیں ہیں۔ ابو بہ آسانی کلفٹن کے علاقے میں بنگلا خرید سکتے ہیں۔" وہ غصے سے دانت کچکچا کر بولی۔

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں ...... مونا کی سہیلی۔"

"میں اٹھوں ...... نماز کا وقت ہو رہا ہے۔" خالہ جان اس کی بے سروپا باتوں سے گھبرا کر وہاں سے اٹھتے ہوئے بولیں۔

راحت خالہ کی حیثیت مالی لحاظ سے پورے خاندان میں سب سے زیادہ مستحکم سمجھی جاتی تھی مگر نمو کی پیدائش، خالہ کی شادی کے گیارہ سال بعد ہوئی تھی۔ نمو کیا تھی ...... ماں باپ کے لیے ایک خوبصورت کھلونا تھی۔ جس کو سجانے، سنوارنے اور بہلانے کا کام وہ اہم کام سمجھا کرتے تھے۔ جوں جوں وہ بڑی ہوتی گئی۔ اس سے لاڈ پیار بڑھتا ہی چلا گیا ...... راحت خالہ کے ہاں اس کے بعد اور کوئی بچہ بھی نہیں ہوا۔ اور یوں نمو کی اہمیت بڑھتی چلی گئی۔ اس کی ہر اچھی بری ضد ماں باپ کے لیے حکم کا درجہ رکھنے لگی۔ وہ اس کی کسی بھی خواہش کو رد کرنے کا سوچ ہی نہیں سکتے تھے۔ خاندان کی لڑکیاں اس کی اکڑ اور ضدی طبیعت کو دیکھ کر کنی کترانے لگیں۔ تب اس نے اپنی کزنز کو لفٹ دینا قطعاً چھوڑ دیا۔ ہاں میری اس کے ساتھ اچھی خاصی دوستی تھی اس کی وجہ شاید یہ بھی تھی کہ میں امی اور بابا کے انتقال کے بعد مستقل راحت خالہ کے پاس تھا۔ وہ مجھ سے خاصی فری تھی۔ اپنی سہیلیوں اور اپنی مصروفیات کی ایک ایک بات مجھے بتایا کرتی تھی اور میں موڈ کے مطابق گفتگو کرنے کا ہنر بھی خوب جانتا تھا۔ مگر جب بھی اسے میں شرارت سے چھیڑتا' اس کی کوئی بات رد کرتا تو اس کا غصہ دیدنی ہوتا ...... ایسے میں اس کے غصے کے رنگ ...... قوس قزح کے رنگوں سے بھی زیادہ ...... اور بے حد چمکیلے ہوتے۔ وہ بالکل بھی مستقل مزاج نہیں تھی۔ گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ ...... کسی لمحے اگر وہ قہقہہ لگا رہی ہوتی تو تھوڑی دیر بعد وہ کسی بھی ناگوار بات پر پھوٹ پھوٹ کر روتی دکھائی دیتی۔ اس کو روتا دیکھ کر خالہ، خالو کی حالت ناگفتہ ہو جاتی۔

"ارے دانش بیٹا ...... اس کو چپ کراؤ نا ......!" خالہ کی پریشانی دیکھنے کے قابل ہوتی۔

"وہ خود ہی چپ ہو جائے گی ...... کسی دوسرے کو دیکھ کر اس کا غصہ بڑھتا ہے۔"

"مگر بیٹے ...... وہ تو ہلکان ہوئی جا رہی ہے۔" وہ تڑپ کر کہتیں۔

"خالہ جان پھر آپ جا کر چپ کروائیں ......" بعض دفعہ میں ان کی حالت دیکھ کر کوفت میں مبتلا ہو جاتا کہ خوامخواہ کی پریشانیاں پالنے میں انہیں ملکہ حاصل تھا۔

"ارے نہیں ...... مجھے دیکھ کر تو اس کے رونے میں اور شدت آ جاتی ہے۔ تم ہی کچھ کرو۔" وہ خوشامد بھری نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہتیں۔ تب میں اس کے کمرے میں چلا جاتا ...... اس کے رونے کی پروا کیے بغیر باہر کھڑکی میں دیکھتا رہتا اور پھر اچانک ہی چونکتے ہوئے کہتا۔

"ارے اب یاد آیا ...... نمو آج تمہاری سہیلی مونا کا فون آیا تھا۔ سوری ...... مجھے بتانا یاد ہی نہیں رہا۔"

"اچھا کیا کہہ رہی تھی وہ ......؟" وہ اچھل کر نیچے آ جاتی اور پوچھتی۔

"تمہیں یاد کر رہی تھی ...... خود جاؤ گی یا میں چھوڑ آؤں ......؟"

"میں خود ہی جاؤں گی آپ گاڑی بہت سسکتی ہوئی چلاتے ہیں۔" مونا کا نام سن کر وہ پھول کی طرح کھل جاتی۔

نہ جانے کیا بات تھی وہ مونا کے سلسلے میں خاصی مستقل مزاج تھی۔ مونا ان کے کالج میں خاصی ایکٹیو لڑکی تھی۔ اپنی یونین کی صدر بھی تھی۔ شاید وہ واحد دوست تھی جس کے رعب میں نمو ہمیشہ رہتی تھی اور جس کی رائے کا بھی احترام کرتی تھی۔ ورنہ خالہ اور خالو کی باتیں تو وہ چٹکیوں میں اڑا دیا کرتی تھی۔ نمو کا خوشی سے کھلتا چہرہ دیکھ کر خالہ اور خالو کو اطمینان ہوتا تھا اور وہ میرے شکر گزار ہو جاتے تھے کہ میں نے اس کے آف موڈ کو تبدیل کر دیا مگر میں خالہ، خالو کی بے جا ڈھیل کو دیکھتے ہوئے اکثر کھول جاتا۔ میرا اکثر دل چاہتا کہ اسے سمجھاؤں، اسے ڈانٹوں مگر نہ جانے کیا بات تھی جب وہ اپنی بڑی بڑی پلکیں جھپکا کر اپنے سارے دن کی روداد مجھے سناتی اور میرے شانے پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر جذب کے عالم میں بولتی چلی جاتی تو میں سانس روکے اس کی نقرئی آواز کی امرت سے بوند بوند اپنی ہستی میں اتارتا رہتا۔ تب میرا دل چاہتا کہ اس کی یہ روداد کبھی ختم نہ ہو ...... وہ یونہی بولتی چلی جائے اور میں تمام زندگی چپ چاپ سنتا رہوں۔ اس کو روکنے ٹوکنے کے تمام پیمان میرے اندر خود ہی فنا ہو جاتے ...... اور میں اس کی معصومیت اور اس کے الھڑپنے کے حصار میں کھویا کھویا سا رہتا۔

مگر ایک شام میں خاصا حیران ہوا۔ نمو ایک فنکشن میں ایک خوبرو لڑکے کے ساتھ بے حجابانہ گفتگو کر رہی تھی۔ سرخ اور کالے راجھستانی گھاگرے، کرتے میں وہ بے انتہا حسین لگ رہی تھی۔ تراشیدہ بال اس کا منہ چوم رہے تھے ...... دونوں ورائٹی شو دیکھنے کے بجائے ایک دوسرے کی باتوں میں مست تھے ...... وہ خوبرو لڑکا اس کی انگلیاں تھامے یوں بیٹھا تھا جیسے کلیاں چن رہا ہو۔ میرا دل چاہا کہ اس صاحبزادے کے سینے میں خنجر گھونپ دوں۔ غصے اور حسد سے میرا برا حال تھا مگر میں اپنے ہونٹ کاٹ کر اور دل مسوس کر رہ گیا۔

میں ...... دانش رحیم ...... آخر تھا ہی کیا۔ ایک بے سہارا اور ایک بے روزگار شخص جو ان کی چھت تلے رہ رہا تھا گو کہ دو چار ٹیوشن اور ایک کال سینٹر میں کام کر کے میں اپنا خرچ خود ہی اٹھاتا تھا۔

راحت خالہ نے کبھی مجھ سے کھانے کے پیسے نہیں لیے تھے اور نہ ہی ان کو کبھی یہ خواہش رہی تھی کہ میرے پیسے ان کے گھر کی کسی بھی مد میں خرچ ہوں۔ وہ مجھ سے واقعی بے حد محبت کیا کرتی تھیں ...... میری ماں ان کی

چھوٹی اور لاڈلی بہن تھیں جن کا ذکر آتے ہی ان کی آنکھوں میں آنسو اتر آتے تھے۔ اس کے باوجود مجھے یہ حق ہرگز حاصل نہیں تھا کہ میں ایک کروڑ پتی لڑکی کی آرزو کرسکوں...... جب کہ میرا عشق بھی یک طرفہ تھا۔ نمو نے میری ذات اور میری شخصیت کو کبھی اتنی اہمیت نہیں دی کہ میں اس کی موجودگی میں اسے دل بھر کے دیکھ سکوں۔ وہ اپنے دن بھر کی روداد مجھے ضرور سناتی تھی...... مگر اس نے کبھی یہ ضرورت نہیں سمجھی تھی کہ میری لمحے بھر کی کہانی سن لیتی۔ تب میں ان کی نظروں سے بچ کر وہ فنکشن ادھورا چھوڑ کر چلا آیا۔

''دانش بھائی...... آج میں نے اتنا انجوائے کیا کہ میں بتا نہیں سکتی۔'' رات کو وہ حسبِ عادت میرے کمرے میں کافی پینے آئی تو آنکھیں بند کر کے جھوم کر بولی۔

''اے...... کون تھا وہ ہیرو......؟'' میں نے دل تھام کر اسے چھیڑا۔

''کون سا......؟'' وہ مکاری سے ہنسی۔

''وہی جس کے ساتھ آج شام...... آپ باتیں بنا رہی تھیں ہاشو آڈیٹوریم میں۔''

''اوہ اچھا' دیکھ لیا آپ نے...... بڑی نظریں ہیں آپ کی دانش بھائی...... یہ کوئی اچھی بات تو نہیں۔ کہاں کہاں گھومتے رہتے ہیں آپ، لگتا ہے پڑھ وڑھ نہیں رہے...... اگر آپ مقابلے کے امتحان میں فیل ہو گئے تو... میں امی جان کو آپ کی حقیقی مصروفیات بتاؤں گی...... تب طبیعت صاف کریں گی وہ آپ کی۔''

''ارے نمو جی مقابلے کے امتحان میں تو ہم فیل ہو ہی چکے ہیں' خالہ جان کو آپ کیا بتائیں گی؟''

''ایمان سے آپ فیل ہو گئے۔''

''ہاں...... واقعی فیل ہو گیا ہوں۔'' میں نے گردن جھکالی۔

''آپ ہر وقت اڑے اڑے جو پھرا کرتے ہیں اپنی پھٹ پھٹی پر فیل تو ہونا ہی تھا......'' وہ افسوس کرنے لگی۔

''ارے میرے فیل ہونے کا چھوڑو۔ تم بتاؤ وہ کون تھے حضرت؟'' میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

''میں کیوں بتاؤں خوانخواہ میں......'' وہ اکڑ کر بولی۔

''ارے محترمہ نہ بتاؤ۔ ہمیں خود ہی پتا چل جائے گا۔''

''ارے واہ...... خوانخواہ کے بھاشن دینے بھی آتے ہیں آپ کو۔'' وہ ہنسی۔

''ارے سمجھا کیا ہے تم نے...... بڑے اوصاف ہیں ہم میں۔ ہم تو شکل دیکھ کر پہچان جاتے ہیں کہ کسے درجے کا عشق ہے اور کتنا ٹمپریچر افورڈ کرے گا۔''

''اوہ...... آئی سی۔'' وہ ہونٹ سکوڑ کر سیٹی بجا کر رہ گئی۔

''ہاں' اب سیدھی طرح بتاؤ...... تمہارا یہ چکر کب سے چلا کیوں چلا ہے اور کس وجہ سے چلا ہے اور وہ صاحب آخر ہیں کس کھیت کی مولی؟''

''دانش بھائی...... یہ باتیں چھوڑیں...... آپ یہ بتائیں کہ وہ آپ کو کیسا لگا؟'' وہ الھڑ پنے سے بولی۔ اس کی یہ بے باکی پہلی دفعہ دیکھ کر مجھے واقعی رنج سا ہوا۔ میں اس کے موڈ کے اس نہج کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ میرے گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ اس طرح کی باتیں کرنا بھی جانتی ہے۔

''ہاں...... اچھا تھا۔'' میری آواز واقعی مری مری سی تھی۔

''ہاں...... اچھا تھا۔'' اس نے میری نقل اتاری۔ ''بس اچھا تھا... ٹھیک سے تعریف نہیں کرنی آتی آپ کو...؟'' وہ برا مان گئی۔

''ٹھیک تھا بھئی......'' اس کا یہ انداز میرے دل پر برچھیاں چلا رہا تھا۔

''ارے دانش بھائی کھلے دل کے ساتھ تعریف کرنا سیکھیں اور کہیے۔ وہ انتہائی خوبصورت اور زبردست پرسنالٹی کا مالک تھا۔''

''اچھا بھئی ہو گا وہ خوبصورت مگر یہ تو بتاؤ اسے تم نے کہاں سے دریافت کیا؟''

''پھولوں کی نمائش میں...... وہ ٹکرایا تھا۔''

''پھر کیا ہوا؟''

''ہونا کیا تھا...... ہمارے حسن کے سامنے دل ہار گیا۔'' وہ ہنس کر بولی۔

''اب کیا چاہتا ہے؟''

''ہماری دائمی رفاقت چاہتا ہے اور کیا چاہے گا۔'' وہ اترا کر بولی۔ احساسِ برتری کا نشہ اس کی رگ رگ سے پھوٹا پڑ رہا تھا۔

''تب تم نے کیا کہا اس سے...؟''

''میں نے کیا کہنا تھا۔ چلتے سے صاف صاف اس سے کہہ دیا کہ اگر مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو تو پہلے اپنے اثاثے ظاہر کرو۔ امی جان میری شادی کسی نواب فیملی میں تو کرسکتی ہیں مگر کسی ٹٹ پونجیے سے ہرگز نہیں۔''

''تم نے واقعی ایسا کہہ دیا......؟'' میرے مساموں سے بارش کی طرح پسینہ بہہ نکلا!۔

''اللہ دانش بھائی کیا مجھے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا؟'' اس نے بل کھا کر مجھے دیکھا۔

''مجھے نہیں معلوم۔'' میں اپنے عذابوں میں گرفتار تھا۔

''پتا ہے دانش بھائی' وہ ہیرو...... پروگرام ختم ہونے سے پہلے باہر گیا اور پھر واپس ہی نہیں آیا۔'' نمو اس لڑکے کی حالت پر دل کھول کر قہقہے لگا رہی تھی...... اور اس کی ہنسی کی یہ پھوار مجھ پر کوڑے برسا رہی تھی۔ مجھے میری کم مائیگی کا احساس دلا رہی تھی...... اور میں اپنی نظروں میں خود ہی ذلیل ہو رہا تھا کہ اتنی بجت آور لڑکی کے بارے میں، میں نے سوچنے کی ہمت کیونکر کی اور نمو مجھے یوں چپ چاپ دیکھ کر ہنستی کھلکھلاتی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

☆☆☆

ایک شام خالہ جان اور خالو جان شاید کسی تقریب میں گئے ہوئے تھے، میں اپنے کمرے میں کتابیں لیے خالی الذہن بیٹھا تھا اور دل میں سوچ رہا تھا کہ مقابلے کے امتحان میں پاس ہونے کی کوئی امید نظر نہیں آرہی۔ دل پڑھائی کی جانب مائل ہی نہیں ہوتا تھا۔

''دانش بھائی کہاں پہنچے ہوئے ہیں آپ؟'' اس کی آواز مجھے ٹیرس سے سنائی دی۔

''یہاں ہوں...... اپنے کمرے میں۔'' میں نے کھڑکی سے سر نکال کر کہا۔

''آپ ٹی وی لاؤنج میں نہیں آسکتے اس وقت...؟'' اس نے زینے کی پہلی سیڑھی پر سے چلا کر کہا اور دھپ دھپ سیڑھیاں اترتی چلی گئی۔

''ایسی کیا خاص بات ہے؟'' میں نیچے آکر کوچ پر ڈھے گیا...... ''کیوں چلا رہی تھیں......؟''

''آج آپ کچھ زیادہ اسمارٹ نہیں لگ رہے۔'' وہ تیکھی نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔

''مکھن مت لگاؤ، کام بتاؤ...... کام......'' میں نے اس کی چاپلوسی سے اندازہ لگایا۔

''آج شام کی چائے کے ساتھ ذرا اہتمام کرلیجیے گا۔'' وہ ہونٹ دبا کر مسکراتے ہوئے بولی۔

''وہ کیوں بھئی؟''

''بس ایسے ہی...... دل چاہ رہا ہے میرا۔''

''کوئی پرائز بونڈ نکل آیا ہے تمہارا؟''

''یہی سمجھ لیجیے......'' وہ گلا کھنکھار کر بولی۔

''کتنے کا ہے؟'' میں نے بھی خوش ہو کر پوچھا۔

''اندازہ آپ لگائیں۔'' وہ ہنسی۔

''اے سیدھی طرح بات کرو۔ معموں میں کیا کہہ رہی ہو۔''

''آج وہ آرہے ہیں ہمارے گھر۔'' وہ گنگناتے ہوئے جھوم کر بولی۔

''کون ہے وہ؟'' میں نے گھبرا کر پوچھا۔

''ہیں ایک نواب زادہ منصور...'' وہ فخریہ لہجے میں بولی۔

''یہ کہاں ٹکرائے تم سے؟''

''ایک برتھ ڈے پارٹی میں۔'' وہ نظریں نیچی کر کے مسکرائی۔

''کیا انہوں نے اپنے اثاثے ظاہر کر دیے۔'' میرے لہجے میں تلخی اپنے آپ ہی گھل گئی۔

''ارے دانش بھائی...... منصور تو نواب ہیں۔''

''مگر نمو...... یہاں تو ایسے بھی بہت سے نواب ہیں جو قرضوں پر چل رہے ہیں۔''

''مگر وہ ایسے نہیں ہیں۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولی۔

''کیا انہوں نے تمہیں اپنی مالی آسودگی اور کرنسی کی مضبوط رپورٹ پیش کردی ہے......؟'' میرے اندر کا زہر میرے ہونٹوں سے پھوٹ پڑا۔

''دانش بھائی! نواب منصور کی ساکھ بہت اونچی ہے۔ ان کا نام اس شہر میں ہی نہیں پورے ملک میں خاصا قدآور ہے۔''

''کیا آج نواب منصور آرہے ہیں؟'' میں چونک سا گیا۔ امیر ترین شخص جس کے بے شمار کارخانے......اور کنسٹرکشن کا بڑا کاروبار تھا۔ ان کے مقابلے میں خالہ جان کی مالی حالت کچھ بھی تو نہیں تھی۔

''جی ہاں' نواب صاحب آرہے ہیں' ان کے شایانِ شان کھانے کا اہتمام کیجیے۔''

''اگر ایسی بات تھی تو خالہ اور خالو جان کو روک لیا ہوتا۔''

''آج کا دن میں نے خود رکھا ہے...... میں نہیں چاہتی کہ امی، ابو سے ان کی ملاقات ہو۔''

''ہوں یہ بات ہے...... بات چیت کے تمام مراحل خود طے کرنا چاہتی ہو؟'' مجھے اس کا یہ انداز قطعاً نہیں بھایا۔

''آپ پریشان نہیں ہوں، دورانِ گفتگو آپ ہمارے پاس بیٹھیے گا......کیا معلوم مجھے آپ سے مشورہ لینا پڑ جائے۔''

''میں کیا مشورہ دے سکتا ہوں تم کو؟''

''اب ایسی بھی کوئی بات نہیں کہ آپ میرے انتخاب کو سراہ بھی نہ سکیں۔''

''اچھا...... کیا مجھ سے داد کی بھی توقع رکھتی ہو......؟''

''وائے ناٹ...... یوں بھی اچھی چیز...... اچھے لوگ...... اچھے مقامات سب کو ہی پسند آتے ہیں...... ہے ناں......'' وہ پھر اٹھلائی۔

''ہاں نمو، اچھی چیز، اچھے لوگ سب کو ہی اچھے لگتے ہیں۔'' میں اس کے جملے پر خود ہی بڑبڑانے لگا۔

''پتا ہے دانش بھائی...... بہت زبردست پرسنالٹی ہے ان کی......'' نمو نے خوش ہو کر بتایا۔

''مجھے یقین ہے وہ شاندار شخصیت کے حامل ہوں گے، کسی مالدار شخصیت کو میں نے بہت کم حقیر دیکھا ہے......مال و زر میں خاصی طاقت ہوتی ہے......وہ ہلکی پھلکی شخصیت کو بھی وزنی بنا دیتی ہے۔''

''مگر ایک بات ان میں ایسی ہے کہ میرا دل چاہ رہا ہے کہ اس پیش کش کو سوچے سمجھے بنا مسترد کر دوں......'' وہ کچھ سوچ کر بولی۔

''ایسی کیا بات ہے؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''نواب منصور کی آنکھوں میں دیکھ کر نہ جانے کیوں مجھے ایسا لگتا ہے جیسے وہ بڑے کائیاں ہوں۔''

''نمو یہ تو کوئی خاص بات نہیں۔'' میں ہنسا۔

''حیرت ہے کہ تم یہ بات کہہ رہے ہو۔ تم جو ہر بات میں کیڑے نکالنا جانتے ہو...... تم یہ کہہ رہے ہو کہ یہ ایسی کوئی خاص بات نہیں۔'' (وہ آپ جناب سے تو تڑاق تک بھی آجاتی تھی)

''وہ اس لیے نمو جی...... کہ بعض لوگ چہرے سے بڑے پارسا اور شریف نظر آتے ہیں مگر وہ کمینگی کی انتہا کو پہنچے ہوتے ہیں۔ یہ تو چلو نظر بھی آرہے ہیں تو کیا ہوا......؟''

''کچھ نہیں ہوا......؟'' اس نے حیرت سے دیکھا۔

''تھوڑے سے کمینے بھی ہوئے تو تمہیں کیا فرق پڑے گا...... تم ان کے دیے ہوئے ہیرے جواہرات دیکھنے لگنا تاکہ طبیعت ہشاش بشاش رہے۔''

''آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟'' میری بات جس طرح اس کو لگی تھی۔

''بات صاف ہے نمو جی...... اگر وہ آنکھوں سے کمینے لگتے ہیں تو یقیناً ہوں گے بھی...... مگر چونکہ وہ آپ کے معیار کی دیگر شرائط پوری کرتے ہیں تو کیا

ہے۔''

''حد ہوگئی...... آپ تو اس قابل بھی نہیں ہیں کہ کوئی ڈھنگ کا مشورہ بھی دے سکیں۔ مجھے تو لگتا ہے...... اس معاملے میں بھی مجھے مونا سے ہی پوچھنا پڑے گا۔''

''واقعی...... میں تو اس قابل بھی نہیں۔'' میں خود ہی سوچ کر مسکرا دیا۔

☆☆☆

نواب منصور بہت سے تحائف کے ساتھ مقررہ وقت پر آئے...... آگے بڑھ کر میں نے ان کا سواگت کیا۔

''نومی...... یہ صاحب کون ہیں؟'' نواب صاحب نے نمو سے پوچھا۔

''مائی فرسٹ کزن دانش رحیم۔''

''رئیلی......!'' انہوں نے حیرت سے مجھے دیکھا۔

''اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟ میرے تو بہت سارے کزنز ہیں'' نمو نے تفاخر سے کہا۔

''اچھا......'' انہوں نے پُرشوق نظروں سے نمو کو دیکھا...... جو نیلی جینز پر پنک ٹاپ میں بے انتہا پیاری لگ رہی تھی۔

''آپ کے کیا مشاغل ہیں نواب صاحب؟'' میں نے پہلی دفعہ گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے پوچھا۔

''ارے جناب' ہم جیسوں کے مشاغل بس گنے چنے ہی ہوتے ہیں۔'' وہ خوش دلی سے ہنسے اور ان کی مکروہ ہنسی پر میں کھول کر رہ گیا۔ نمو ان کی تیز چبھتی ہوئی نظروں کی تپش اپنی پور پور میں محسوس کر رہی تھی۔ وہ جتنی دیر ٹھہرے...... ان کی باتوں کا وہ مختصر جواب دیتی رہی۔

اگلے روز نواب صاحب کی خواہش کا ذکر اس نے مونا سے کیا۔

''نواب منصور تم سے شادی کرنا چاہتے ہیں......؟'' مونا کے لہجے میں استعجاب تھا۔

''ہاں...... ہاں اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟''

''مائی ڈیئر میں حیران اس لیے ہوں کہ ان کی چار بیگمات بقید حیات ہیں اور اس شہر میں بھی ان درجنوں چاہنے والیاں ہیں۔ میں یہ سوچ رہی ہوں وہ...... تمہیں شادی کا لارا لپا دے رہے ہیں، ٹائم پاس کر رہے ہیں یا واقعی سنجیدہ ہیں۔''

''ان کی آنکھوں سے کمینگی مترشح ہے۔'' نمو سوچتے ہوئے کہا۔

''وہ جیسے ہیں، ایسے نظر نہیں آتے...... بس پیسہ ان کے پاس۔'' مونا نے کہا۔

''اچھا یہ بات ہے۔'' نمو کا چہرہ اتر سا گیا۔

''اب کیا سوچ رہی ہو تم......؟'' مونا نے ٹھوکا کر پوچھا۔

''اب سوچنے کے لیے رہا ہی کچھ نہیں۔'' مسکرا کر کہا۔

''کیا مطلب؟''

''یہی کہ فی الحال یہ قصہ پاک ہی سمجھو۔''

''تو نواب صاحب کا آنا بیکار ہی رہا۔'' مونا چہکی۔

''ہاں یہی سمجھو...... میں جس سے شادی کروں اس کی محبت کا محور بن کر رہنا چاہوں گی...... یہ کیا کہ کی پانچویں نظر بن کر رہوں، محبت کی تلچھٹ پیوں نہ بابا ناں...... اتنا بڑا دل نہیں ہے میرا اور نہ ظرف کہ سوکنوں کو برداشت کر سکوں۔''

''ٹھیک کہہ رہی ہو تم۔''

''میں غلط کب کہتی ہوں۔''

''ہاں یہ تو ہے...... مگر یہ تو بتاؤ...... تم لوگ کب شفٹ ہو رہے ہو؟'' مونا بات بدلتے بولی۔

''بہت جلد۔'' نمو نے جواباً بتایا۔

''تمہارے ابو مان گئے؟''

''مانیں گے کیوں نہیں...... وہ میری ہر مانتے ہیں۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ میں بھی کسی بات کے لیے ضد نہیں کرتی۔ اس لیے ہم بہت جلد نئے گھر میں شفٹ ہو جائیں گے۔

اور پھر واقعی نمو کی ضد کے سامنے راحت

ایک نہ چلی اور انہیں کلفٹن شفٹ ہونا پڑا۔ جہاں بڑے سے خوبصورت جہازی مکان میں نمو آ کر بے حد مگن تھی۔

''امی ہمارا گھر ایسا ڈیکوریٹ ہونا چاہیے کہ پورے محلے میں کسی کا گھر نہ ہو۔''

''یوں' محلے والوں کا سامان تم باہر پھنکوا دو گی......؟'' میں نے اسے چھیڑا۔

''کم از کم منفرد انداز کا حامل تو ہونا چاہیے ہمارا گھر۔''

''دیکھا' میری بیٹی کتنی عقلمند ہے۔'' راحت خالہ خوشی سے باچھیں چیر کر بولیں۔ ''ماشاءاللہ بڑی سمجھداری کی باتیں کرتی ہے۔''

''جی ہاں...... بہت ذہین ہے۔'' میں نے خوش دلی سے اس کی تعریف کی اور وہ میری طرف دیکھ کر حسب عادت اپنی بڑی بڑی پلکیں جلدی جلدی جھپکانے لگی۔ اس کی اس ادا نے میرا دل اچھل پتھل ہو جاتا تھا...... مگر میں جلدی سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

میرے امتحانات بہت نزدیک تھے، میری ملازمت کا انحصار اعلیٰ کامیابی پر تھا...... میں ذہن سے نمو کا تصور جھٹک کر اپنے آپ کو پڑھنے کے لیے آمادہ کرنے لگا۔ میں چاہتا تھا...... ملازمت کر کے سر اٹھا کر جیوں...... خالہ خالو کی چاہت اور بہت زیادہ خیال رکھنے کے باوجود میں ایک عجیب احساسِ کمتری میں مبتلا تھا۔ میں نمو سے اتنا قریب ہونے کے باوجود بے حد دور تھا۔

یہ حقیقت تھی کہ نمو اپنے تمام تر بے ڈھنگے اطوار کے باوجود مجھے بے حد پسند تھی بلکہ میرے خوابوں کی رانی تھی۔

سوچتے سوچتے اور پڑھتے پڑھتے جب میرا ذہن شل ہو جاتا تو میں آنکھیں موند کر اس کی نیلگوں آنکھوں کا تصور کرتا...... اس کی خم دار پلکوں کا وزن جب میں اپنی پیشانی پر محسوس کرتا تو نیند کی دیوی مجھ پر مہربان ہو جاتی تب میرے میٹھے خواب مجھے نگر نگر گھماتے پھرتے اس کا وجود میرے پہلو میں ہوتا اور میں اس کا ہاتھ تھامے ہوئے یونہی نہال سا پھرتا...... تب سوتے ہوئے بھی میرے لب مسکراتے رہتے۔

''ارے اٹھو نا......'' ایک دن اس نے گلاس کا سارا پانی میرے اوپر ڈال دیا...... گھبرا کر میں اٹھا تو اس کی ہنسی کسی طرح بند ہونے میں نہیں آ رہی تھی...... اپنے لبوں پر ہاتھ رکھے وہ ہنس ہنس کر دہری ہو رہی تھی۔

''کسی دوسرے کو تنگ کر کے ہنسنا کوئی اچھی بات ہے بھلا......'' میں برا مانتے ہوئے بولا۔

''سوتے میں آپ جناب یوں مسکرا رہے تھے جیسے کوہِ قاف کی سیر کر رہے ہوں۔'' وہ ہنس کر بولی۔

''سیر ہی تو کر رہا تھا......'' میں اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

''اچھا جناب، کوہِ قاف بھی جانے لگے ہیں آپ؟''

''ہاں اکثر جایا کرتا ہوں۔''

''ویسے اس وقت آپ کے ساتھ کون تھا؟'' وہ شرارت سے بولی۔

''تھی ایک خوبصورت سی پری جو میرا ہاتھ تھام کر چل رہی تھی۔''

''وہ آپ کا ہاتھ تھام کر کیوں چل رہی تھی...... کیا آپ کو اپنی آنکھوں سے دکھائی نہیں دے رہا تھا؟'' اس نے پوچھا۔

''ہاں نمو...... میں محبت کے سبزہ زاروں میں اپنی سدھ بدھ کھو بیٹھا تھا...... جب ہی تو اس نے میرا ہاتھ تھام رکھا تھا۔'' میں نے کہا۔

''اس پری کا جغرافیہ کیا ہے؟'' وہ مزے لینے کے لیے وہیں کرسی پر ٹک گئی۔

''وہ بیک وقت ساحر، فیض اور فراز کی غزل ہے'' میں نے آنکھیں بند کر کے جھومتے ہوئے کہا۔

''اچھا تو پھر بھی وہ ایکتا کپور کا ڈراما بھی لگتی ہو گی......؟'' وہ شرارت سے ہنسی۔

''نہیں' وہ ڈراما نہیں ہے بلکہ وہ مہکتی...... مسکراتی کسی مصور کے کینوس پر لہریے لیتی ہوئی تصویر ہے......''

میں دو ورد کھتے ہوئے بولا۔
''کیا وہ کوئی زندہ حقیقت ہے؟'' میرے چٹان جیسے مضبوط لہجے پر وہ ہکا بکا سی رہ گئی۔
''ہاں، ہاں، ہاں......'' میں یوں بولا جیسے حلف اٹھا رہا ہوں۔
''ہمیں نہیں دکھائیں گے......؟'' اس کا اشتیاق انڈا پڑ رہا تھا۔
دل تو چاہا کہہ دوں آئینے کے سامنے کھڑی ہو جاؤ...... وہ تمہیں نظر آ جائے گی...... مگر اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہا۔
''ابھی وقت نہیں آیا ہے، جب آیا تو سب سے پہلے تمہیں ہی متعارف کراؤں گا...... اپنی رانی سے۔''
''دانش بھائی...... آپ کے اندر بھی ایک مجنوں چھپا بیٹھا ہے۔ یہ آج پتا چلا ہے......'' وہ بے پروائی سے ببل چباتے ہوئے بولی۔ تب میں ایک زخم خوردہ سی ہنسی ہنس کر رہ گیا۔
''نمو جی! تمہیں کیا معلوم...... میں اپنے دل میں کیا کیا چھپائے بیٹھا ہوں۔''
''حد ہو گئی...... آپ کے پاس آ کر...... میں اصل بات تو بھول ہی گئی۔'' وہ اپنے ماتھے پر ہاتھ مار کر بولی۔
''ایسی کیا بات ہے جو تم نے مجھے بے وقت آ کر تنگ کیا ہے...... میں اس کا درخشاں چہرہ دیکھ کر بولا۔
''آپ پروفیسر رضا سے ملے ہیں؟'' وہ نظریں جھکا کر بولی۔
''کون پروفیسر......؟'' میں نے حیرانی سے پوچھا۔
''کس دنیا میں رہتے ہیں آپ؟ اپنے پڑوسی ہیں وہ......'' وہ جھنجلا کر بولی۔
''اچھا اپنے پڑوسی ہیں......'' میں چندرا کر بولا۔
''جی ہاں اس قدر قابل پروفیسر ہیں کہ کیا بتاؤں...... مگر آپ کو اتنا احساس نہیں ہے کہ اپنے پاس پڑوس میں بھی جا کر مل لیں۔''
''ارے نمو بی بی! ہمیں اپنی خبر نہیں ہوتی، دوسروں کی کیا خبر گیری کریں گے......'' میرے لہجے میں ادھ موئی خواہشیں گھلی ہوئی تھیں۔
''مگر اب آپ کو ان سے ملنا پڑے گا۔'' اس کا لہجہ دو ٹوک سا تھا۔
''ہاں ملیے...... ضرور ملیں گے مگر کس خوشی میں؟''
کچھ سمجھ کر بھی ناسمجھ بن گیا تھا میں۔
''آپ کو پتا ہے آدھی یونیورسٹی کی لڑکیاں ان پر عاشق ہیں۔'' اس کا لہجہ اترایا ہوا سا تھا۔
''بقیہ آدھی یونیورسٹی کی لڑکیوں کو یہ حضرت پسند نہیں آئے وہ کیوں نہیں ہوئیں عاشق ان پر......؟'' میں اپنے جذبے تھپک کر شرارت کے موڈ میں آ جاتا تھا۔
''بور نہ کریں، بات سنیں...... موصوف مجھے پسند آ گئے ہیں۔'' اس نے انتہائی معصومیت سے رازدارانہ لہجے میں بتایا۔
''کتنے فی صد پسند آئے ہیں......؟'' میں نے اس کے چہرے کی خوشیاں ٹٹولنا شروع کر دیں۔
''ایمان سے میں ان کے عشق میں پور پور ڈوب چکی ہوں۔'' وہ آنکھیں موند کر جھوم کر بولی۔
''پھر اب کیا، کیا جائے......؟'' میں اس کی سہیلی بن کر بھی زیادہ خوشی کا اظہار نہیں کر سکا۔
''چلیں...... رضا صاحب کے ہاں چلتے ہیں...... آج شام کی چائے بھی وہیں پئیں گے......'' وہ خوشدلی سے میرا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔ تب اس کے بے تحاشا خوش ہوتے چہرے کو دیکھ کر...... مجھ سے انکار نہیں ہو سکا اور میں اس کے ساتھ پروفیسر رضا عباس کے ہاں چلا آیا۔
''پروفیسر صاحب واقعی بہت اچھے تھے نہ صرف ان کی پرسنالٹی بے حد ڈشنگ تھی بلکہ تہذیب اور شرافت کا بھی وہ آئینہ نظر آ رہے تھے...... ان کے چہرے پر ایک شائستگی سی چھائی ہوئی تھی۔ نمو کی نظریں ان کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں مگر انہوں نے ایک دفعہ بھی اسے نظر بھر کر نہیں دیکھا تھا۔ شاید میری موجودگی کی وجہ سے ایسا تھا یا کوئی اور بات تھی...... بہرحال تھوڑی دیر

باتیں کر کے میں اٹھ کھڑا ہوا...... مگر نمو وہیں تھمے سے بیٹھی ان کی والدہ اور بہن سے باتیں بناتی رہی...... باتیں بنانے میں وہ ویسے بھی ماہر تھی۔
اس دن کے بعد میں پروفیسر صاحب کے ہاں پھر کبھی نہیں گیا...... جب کہ نمو نے مجھے ان کے گھر لے جانے کی کافی کوشش کر ڈالی۔
''پلیز نمو...... میں آنے جانے کا ویسے ہی چور ہوں...... اور جہاں میرا دل نہیں چاہتا وہاں لے جانے کی کوشش مت کیا کرو۔''
''اللہ...... یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ...... ان کے ہاں جا کر بھی کوئی بور ہو سکتا ہے؟'' اس نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔
''ہاں میں ہوتا ہوں۔'' میں نے کہا۔
''پھر تو پاگل ہیں آپ......!''
''میرا بھی اپنے بارے میں یہی خیال ہے۔''
''پھر تو یہ پاگل پن چھوڑیں آپ...... نارمل بن کر زندہ رہنا سیکھیں...... پاگل لوگوں کو تو زندگی میں ہر چیز غلط ہی نظر آتی ہے...... ان کا تو ذہن بھی کبھی کوئی مثبت بات نہیں سوچ سکتا۔''
''پلیز اسٹاپ دس ٹاپک......'' میں اس کی باتیں سن کر مزید الجھ سا جاتا۔
''پروفیسر صاحب کے گھر کے لوگ اتنے اچھے ہیں اتنی اچھی کمپنی میں وقت گزارنا قسمت والوں کا کام ہے۔''
''مگر میں قسمت کا دھنی نہیں ہوں......'' میرے لہجے کی تلخی اکثر میرے جملوں میں گھل جاتی...... تب وہ شانے اچکا کر چل دیتی۔
میرا خیال تھا کہ نمو کے عشق کا بھوت بھی پھلنے پھولنے سے خود ہی باز آ جائے گا، چپ چپاتے وہ عشق کی ابتدا کرتی اور اتنی ہی دھوم دھام سے وہ انہیں ٹھوکر بھی مار دیا کرتی تھی۔ اس کی یہ حرکتیں یہ انداز دیکھ کر بعض دفعہ میں سوچنے پر مجبور ہو جاتا کہ بار بار عشق کے گھوڑے دوڑانا نمو کی ہابی نہیں تو وہ ایسا کیوں کرتی ہے؟'' میں سوچ سوچ کر ہلکان ہو جاتا مگر میرے دماغ

محبت تو بس ہو جاتی ہے

ہاں تم نے ہی مجھے
انجان راستوں کا پتہ دکھایا
پھر ایک دن یہ بھی کہا
دیکھو یہ سب بے کار کی باتیں ہیں
تم جدائی میں دل چھوٹا نہ کرو
ہاں افسردہ مت ہونا
محبت تو بس ہو جاتی ہے
لیکن تم سنجیدہ مت ہونا
....
ہاں شاید ابھی تمہارا دل
خشک پھولوں کی طرح بکھر جائے
اور تمہاری آنکھیں میری یاد میں
جل تھل ہو جائیں
لیکن ان آنسوؤں کو مژگان سے تک آنے نہ دینا
ہاں تم نم دیدہ مت ہونا
محبت تو بس ہو جاتی ہے
لیکن تم سنجیدہ مت ہونا
....
اوروں کی خوشی میں خوش ہو جانا
یہ طویل زندگی تمہاری
میری یادوں کے سہارے نہیں کٹے گی
تم بھی کسی کو ہمسفر بنا لینا
میری یادوں میں کبھی تم نہ کھونا
دیکھو تم رنجیدہ مت ہونا
محبت تو بس ہو جاتی ہے
لیکن تم سنجیدہ مت ہونا
☆☆

یادیں

یادوں کے دریچے میں
میں اسے سوچ رہی تھی
جان رہی تھی
کہ
کیسا بے وفا تھا وہ جس سے مجھے بے پناہ
محبت ہے
لیکن وہ شخص مجھے بیچ منجدھار میں چھوڑ گیا
پر اس کی یادیں اس کی باتیں
زندگی کا سرمایہ بن گئیں
کیونکہ
مجھے اس سے محبت ہے

درخشاں صغیر، کراچی

میں اس کی لاابالی حرکتیں کوئی بھی شکل اختیار نہ کر پاتیں...... اس کی مسکراہٹ آنکھوں کا نشیلا پن بدستور میرے حواس پر ایسا طاری ہوتا کہ میری سوچیں خود میری نفی کرنے پر تیار ہو جاتیں۔

☆☆☆

میں امتحانات سے فارغ ہوا تو میرا ذہن خاصا آسودہ تھا...... مجھے امید تھی کہ میں اچھے نمبروں سے پاس ہو جاؤں گا۔ میں نمو کے خواب ہمیشہ سے دیکھ رہا تھا...... اس کے اتنا قریب تھا کہ وہ ہر بات مجھ سے شیئر کرتی تھی...... مگر وہ میرے احساسات سے غافل تھی۔

اس کے خواب اونچے ایوانوں سے شروع ہوتے تھے۔ جس کی خواہش ایک گھنے جنگل کی طرح گنجلک تھی تب میں اپنے آپ کو اتنا بونا محسوس کرتا کہ خود اپنی نظروں میں میری اوقات دو کوڑی کی رہ جاتی۔

خالہ کو جب کوئی بات کرنے والا نہیں ملتا تو وہ مجھے اپنے کمرے میں بلا کر بے تکان بولے چلی جاتیں...... نمو کی شادی کے خواب وہ ایک عرصے سے دیکھ رہی تھیں...... وہ چاہتی تھیں کہ اس کی شادی ایسی شاندار ہو...... کہ خاندان بھر میں اس کے تذکرے برسوں ہوتے رہیں...... ان کا داماد ایسا لاثانی ہو کہ کسی لڑکی والے کو ایسا ہیرا نہ جڑا ہو۔

میں چپ چاپ خالہ کی باتیں سکون سے سنتا رہتا...... میرے لہجے اور میری ظاہری کیفیت نے کبھی میرے من کا بھانڈا نہیں پھوڑا تھا۔ خالہ جب بول بول کر تھک جاتیں تو میں ان کے کمرے سے یوں نکل آتا جیسے وہاں گیا تھا ہی نہیں...... حالانکہ میری نسیں ان کی باتوں سے تن جاتیں اور احساسِ کمتری کا زہر میری رگوں میں اتر آتا۔

☆☆☆

''ارے آج کی گڈ نیوز نہیں سنیں گے آپ......؟''

ایک شام نمو خوشی سے بوکھلائی میرے پاس آئی۔

''خدایا...... ایسی بھی کیا بات ہے کہ آج تم حواس میں نہیں ہو۔'' میں نے کہا۔

''بہت زبردست خبر ہے......!'' وہ اترا کر بولی۔

''ایسی کیا خبر ہے......؟'' میں بھی چونکنا ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

''میں نے پکا پکا فیصلہ کر لیا ہے کہ پروفیسر رضا سے شادی کر لی جائے۔ ان کو ترکے میں اچھا خاصا پیسہ ملا ہے، ساری معلومات کر لی ہیں میں نے......'' اس نے قابلہ بن کر کہا۔

''ایسے بہت سے فیصلے تم کئی دفعہ کر چکی ہو......'' میں نے بے پروائی سے ہنسنے کی کوشش کی...... ورنہ دل تو میرا ابھی خون خون ہو رہا تھا۔

''مگر اس فیصلے میں، آپ کو میرا ساتھ دینا ہوگا۔'' وہ میرا ہاتھ تھام کر بولی۔

''ارے شادی تم پروفیسر صاحب سے کر رہی ہو...... میرا ساتھ کس سلسلے میں مانگ رہی ہو۔'' میں نے ایک پھیکی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

''دانش بھائی پلیز آپ میری بات مان جائیں۔'' وہ میرا ہاتھ تھام کر لجاجت سے بولی۔

''میں کیا کر سکتا ہوں تمہارے لیے، معمولی سی میری سروس ہے میں تو تمہاری شادی پر کوئی ڈھنگ کا تحفہ بھی نہیں دے سکتا۔''

''دانش بھائی آپ پروفیسر رضا عباس کی بہن سے شادی کر لیجیے۔''

''کیوں کر لوں شادی...... یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے...... جب میں کسی کو کسی بھی سلسلے میں مجبور نہیں کرتا تو تم ایسا کیوں کہہ رہی ہو؟''

''دانش بھائی کیا آپ میرے لیے ذرا سی بھی قربانی نہیں دے سکتے......؟'' وہ ناز سے بولی۔

''کیا کہہ رہی ہو تم؟'' اسے شاید میرے شوریدہ جذبوں کی خبر ہو چکی تھی۔

''رضا کی بہن کی ایک آنکھ پتھر کی ہے اور داہنے پیر میں معمولی سا لنگ ہے وہ اس وقت تک خود شادی نہیں کریں گے جب تک ان کی بہن نہ بیاہی جائے۔''

''اچھا تو تم وٹہ سٹہ کرنا چاہ رہی ہو...... پروفیسر صاحب سے شادی کرنے کے لیے...... مجھے بطور چارہ استعمال کرو گی۔'' اس کی باتوں پر نہ جانے کیوں میں کھول سا گیا۔

''ایمان سے رضا صاحب کو تو میرے اس پروگرام کا علم ہی نہیں' وہ تو ان کی والدہ بے چاری کہہ رہی تھیں کہ نوشابہ کی شادی ہو جائے تو عباس کے سہرے کے پھول دیکھ سکیں گی۔''

''اچھا' تم ٹھیک کہتی ہو گی...... مگر مجھے معاف کر دو......'' میں اس کی بک بک سے عاجز آ کر بولا۔

''اوہ تھینکس گاڈ...... آخر آپ نے یہ تو مانا کہ میں نے ٹھیک کہا۔'' وہ دلبرانہ انداز میں مسکرائی۔

''ضروری تو نہیں ہر درست بات ہر شخص کے لیے درست ثابت ہو......'' میں اپنے مؤقف پر قائم تھا۔

''مگر صحیح بات صحیح ہی کہلاتی ہے...... اور آپ جانتے ہیں کہ جب بھی فیصلے کی گھڑی آئی میں نے ہمیشہ درست فیصلہ کیا۔''

''کیا غلط ہے کیا صحیح...... تم شاید مجھ سے بہتر جانتی ہو گی مگر پروفیسر صاحب نے جو قیمت اپنی بہن کی لگائی ہے اتنے داموں پر انہیں کوئی بھی اچھا سا بہنوئی مل سکتا ہے...... وٹہ سٹہ تو ان دنوں ہر شہر میں ان جا رہا ہے...... پھر مجھ پر ہی یہ عنایت کیوں......؟''

''دانش بھائی آپ میں دو اضافی خوبیاں ہیں...... ایک ذہانت...... ڈھیر ساری ڈگریاں سمیٹے بیٹھے ہیں اور دوسرے آنے والی کے لیے سسرال کا کوئی بکھیڑا نہیں...... آج کل کی لڑکیاں اپنے میاں کے ساتھ راج کرنا چاہتی ہیں۔''

''ہاں ایسا ہو سکتا ہے مگر میں نوشابہ سے شادی نہیں کر سکتا۔'' میرا لہجہ خود ہی اکھڑ سا ہو گیا۔

''ارے' کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ...... نوشابہ بے حد پیاری عادتوں کی لڑکی ہے اور پھر وہ مونا کی سہیلی بھی ہے۔''

''ہوں...... مونا کی سہیلی ہونے سے اس کے سرخاب کا پر لگ گیا ہے۔ مونا ایسی کون سی کہیں کی حور ہے جس کی سہیلی ہونا نوشابہ کے مرتبے میں اضافہ کر دے گا۔''

''ارے مونا کے بارے میں تو آپ کو معلوم ہی

مت گوری کا دل میلا کر
نہ پیار سے اُس کے کھیلا کر
جب آنکھ میں کاجل پھیلے گا
تو پیار سے اُس کے کھیلے گا
وہ تنہا بیٹھی روئے گی!
پھر کیا کیا من میں بوئے گی
وہ سیدھی ہے اور بھولی ہے
کیا میٹھی اُس کی بولی ہے
سنسار کے ڈھنگ وہ کیا جانے
تم پیار کے رنگ سے بے گانے
کیوں پاس بلائے جاتے ہو!
کیوں جھوٹا پیار جتاتے ہو
بہکاتے ہو بہکاتے ہو!
وہ تنہا بیٹھی سوچتی ہے
کیا جانے کیا کیا کھوجتی ہے
پھر من ہی من میں وہ بولی!
میں پاگل نہیں ہوں نہ بھولی!
کیوں بات تمہاری مانوں میں!
سب چال تمہاری جانوں میں!

شاعرہ: یمنیٰ احمد

نہیں ہے...... وہ بہت اچھی پامسٹ بھی ہے۔ اس نے ایک دفعہ نوشابہ کا ہاتھ دیکھا تھا اور اسے بتایا تھا کہ وہ بہت خوش قسمت ہے اور نوشابہ سے شادی کرنے والا ہمیشہ خوشیوں کے جھولے میں ازا نیں لے گا۔''

''نہیں نمو...... میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا اور نہ ہی ایسی باتوں سے میں متاثر ہونے والا ہوں۔''

''افوہ...... آپ تو بے حد بے وقوف ہیں۔''

''چلو یونہی سہی...!''

''دانش بھائی...... آپ کا تو نام ہی غلط رکھا گیا ہے...... ارے بھئی جو وقت سے فائدہ اٹھانا نہ جانے اس سے بڑا بے وقوف تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ اپنے آپ کو کیش کرنا سیکھیے۔ نوشابہ شاندار جہیز کے ساتھ گاڑی، فلیٹ سب اپنے ساتھ لائے گی۔''

''ہوں، ضروری تو نہیں کہ ہر شخص بکنا پسند کرے یا پھر ہر شخص کی قیمت لگائی جائے...... میں اسے طنزیہ نظروں سے دیکھتا ہوئے بولا۔

''بی فرینک دانش بھائی...... آپ مانیں یا نہ مانیں...... ہر شخص کی کوئی نہ کوئی ویلیو ہوتی ہے اور یہی ویلیو زندگی کے بازار میں اس کے مول مقرر کرتی ہے۔''

''میں کوئی بکاؤ مال نہیں ہوں...... اگر تم ہو تو تم جاؤ اور اپنی قیمت کا اندازہ کرو۔''

''ارے اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے پروفیسر صاحب کے اکاؤنٹ میں اس وقت تین کروڑ پچھتر لاکھ کیش ہے خاندانی زیورات اس کے علاوہ ہیں...... کتنے مکان اور کتنے پلاٹ ہیں...... ان کی تعداد بھی شاید ان کو معلوم نہیں ہوگی...... وہ ایک خاندانی رئیس زادے ہیں اور ظاہر ہے کہ میں ایسی ہی شخصیت سے شادی کرنا چاہوں گی...... کسی نادار شخص سے شادی کر کے میں احساسِ کمتری کے کسی جال میں پھنسنا نہیں چاہتی۔''

''اچھا...... تو یہ تمہاری قیمت ہے...'' میں تمسخر سے ہنسا۔

''فی الحال تو یہی ہے آگے بڑھ جائے تو کہہ نہیں سکتی......'' وہ مسکرا کر بولی۔

''اتنا تو پیسہ ہے خالہ جان کے پاس...... پھر بھی تمہیں تشنگی ہے۔'' وہ خاموش رہی۔

''نمو کہیں تم یہ سوچ کر تو میری قیمت نہیں لگا رہیں کہ تمہارا رستہ صاف ہو جائے۔''

''دانش بھائی یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟'' نمو کا لہجہ گلوگیر سا ہو گیا۔ ''آپ میرے لیے کیا ہیں...... آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔''

''کیوں نہیں سوچ سکتا...... مجھے بخوبی معلوم ہو گیا ہے کہ تم مجھے ایک بے حس اور تھرڈ کلاس آدمی سمجھتی ہو اور بس۔''

''خدا کے لیے ایسے تو نہ کہیں......'' اس نے میرے لبوں پر اپنا گلابی ہاتھ رکھ دیا...... شاید وہ ایسے تمام ہتھکنڈے جانتی تھی جن سے میں زیر ہو سکتا تھا۔

''نمو...... تم میرے لیے کیا ہو؟ شاید میں تمہیں کبھی نہ بتا سکوں......'' میں اپنے لب آپ ہی کاٹ کر رہ گیا۔

''آپ کیا سوچ سوچ کر ہلکان ہوئے جا رہے ہیں؟'' وہ ادا سے مسکرا کر بولی۔

''تم کس کس نہج پر باتیں سوچ لیتی ہو...... مجھے حیرت ہے۔''

''دانش......'' اس نے ایک جذب سے مجھے پکارا۔

کاش وہ کوئی اور لمحہ ہوتا...... جب وہ مجھے یوں پکارتی۔ مگر میں اس کی آواز اپنے آر پار محسوس کر رہا تھا۔

''پلیز دانش! آپ کو میری قسم۔ آپ میری بات کو غلط رنگ نہ دیں...... بس یہ بتائیں آپ کے دل میں میری کیا اہمیت ہے؟'' وہ کافر نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی...... مجھے یوں لگا جیسے وہ میرے دھڑکتے دل کی ایک ایک سرگوشی سے باخبر ہو۔ میں اس کے بارے میں کیا سوچتا ہوں...... ان باتوں سے وہ بخوبی آشنا ہو۔ میری تنہائیاں اس کے خوابوں سے سجی ہیں...... یہ راز اس پر منکشف ہو۔ میری خوشیاں اس کی خوشیوں سے آباد ہیں...... یہ فسوں اس کے کانوں میں پھونکا جاتا ہو۔ اس کی آنکھیں میرے چہرے پر ٹکی تھیں اور میں

اس کے کھردرے رویے کے باوجود پسینے پسینے ہو رہا تھا۔

''دانش...... بولیے نا...... میری اتنی سی بات کا آپ کے پاس کوئی جواب ہے کیا......؟'' اس نے میرے ہاتھ تھام لیے۔

''نمو...... یہ تمہارے لیے اتنی سی بات ہے......؟'' میرے لہجے میں تاسف تھا۔

''نہیں پہاڑ کے برابر بات ہوئی......'' وہ ٹھنک کر بولی۔

''ہاں نمو...... یہ بات میری اوقات سے بھی بڑی ہے...... پہاڑ تو کیا...... یہ بات تو میری پوری دنیا کو اندھیر کر گئی ہے۔''

''دانش...... کیا تمہیں مجھ سے بالکل بھی محبت نہیں ہے کیا؟'' اس کا لہجہ استفہامیہ تھا۔

کس قدر چالاک تھی وہ...... میری محبت کی تپش جسے میں اپنے آپ سے چھپائے پھرتا تھا اس کی لو اس تک پہنچ گئی تھی۔ میں نے اس کی نشیلی آنکھوں میں جھانکا اور پھر کہا۔

''یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟'' یہ کہتے ہوئے میری نظریں مجرموں کی طرح اس کے پیروں پر گڑی ہوئی تھیں۔

''کیا تم نہیں چاہتے کہ میں خوش رہوں......'' اس کے لہجے میں افسردگی رچی ہوئی تھی۔

''نمو...... خدا کی قسم ایسا تو میں مر کر بھی نہیں سوچ سکتا۔'' میرا لہجہ سراسیمہ سا ہو گیا تھا یا رازِ محبت افشا ہو جانے پر میں ہکا بکا سا تھا۔

''پروفیسر رضا مجھے بے حد پسند ہیں...... حسن، ذہانت، امارت، شرافت اگر ساتھ ساتھ ہوں تو باوقار شخصیت انمول بن جاتی ہے۔ میں رضا کے بغیر نہیں رہ سکتی۔''

''تم رضا سے شادی کر لو۔'' میں سپاٹ سے لہجے میں بولا۔ میرے دندناتے جذبے نہ جانے کس کھوہ میں دبک کر سمٹ گئے تھے۔

''نہیں پہلے تم نوشابہ سے شادی کر لو...... تاکہ رضا کو ذہنی یکسوئی حاصل ہو اور میں چاہتی ہوں کہ شادی کے بعد رضا کے دل و دماغ پر صرف میں ہی چھائی رہوں۔ میں ان کو کسی جانب متوجہ نہیں دیکھ سکتی۔''

''یہ تو مقدس رشتوں کے ساتھ بے ایمانی ہو گی......'' میں جبراً ہنسا۔

''میرا دل بھی بہت بے ایمان ہے...... وہ کسی کو برداشت نہیں کر سکتا...... میں چاہتی ہوں کہ رضا پر بہار بن کر ایسی چھا جاؤں کہ وہ ہمہ وقت میرے سوا کسی کو دیکھے تک نہیں۔''

''پروفیسر صاحب واقعی خوش قسمت انسان ہیں......'' میں نے آہ کے ساتھ کہا۔

''نوشابہ کے ساتھ بدقسمت تم بھی نہیں رہو گے۔''

''وہ اس لیے کہ تمہاری دوست مونا کہتی ہے۔'' میرا لہجہ پھر اس کا دل جلا گیا۔

''دانش پلیز...... مجھے آلے ٹالے میں نہیں رکھو صاف صاف میری بات کا جواب دو......'' وہ پھر اپنی قربت سے میری روح جھلسانے لگی۔

''نمو...... اگر یہ بات تمہارے لیے اتنی سی ہے...... تو مجھ سے پوچھنے کی زحمت کیوں کی...... خود ہی جواب دے دیا ہوتا......'' میں اپنے کرچی کرچی دل کو سنبھالتے ہوئے روایتی عاشقوں کی طرح اس کے سامنے دل ہار گیا۔ شاید میں صحیح اور غلط کی تمیز کھو چکا تھا یا پھر اس کی شخصیت ہی بہت پاورفل تھی کہ میں ایک مرد ہوتے ہوئے بھی...... اور شدت سے چاہتے ہوئے بھی اس کی بات رد کر دینے کی اپنے اندر قطعی کوئی ہمت نہیں رکھتا تھا۔ میرا جواب سن کر اس کا چہرہ پھول کی طرح کھل گیا۔

''بہت بہت شکریہ دانش بھائی...... انشاء اللہ آپ بھی بہت خوش رہیں گے...... یہ میرا دل کہتا ہے۔'' وہ میرا ہاتھ ہولے سے دبا کر گلنار چہرے کے ساتھ باہر بھاگ گئی، شاید رضا صاحب کو اطلاع دینے کے لیے اور میں اپنا ماتم خود ہی کرنے کے لیے تنہا رہ گیا۔

ماں، باپ، بہن...... بھائی ہوتے تو کسی سے مشورے کا آسرا بھی ہوتا...... خالہ اور خالو تو نمو کی ہر غلط

بات پر بھی لبیک کہنے کے عادی ہو چکے تھے۔ وہ میرے احساسات کے زخم اپنے دل پر محسوس ہی نہیں کر سکتے تھے۔ کتنے ہی دن میں اپنے کمرے میں اپنے آپ سے لڑتا رہا، اپنے آپ کو سمجھاتا رہا...... مگر دل وحشی کسی طرح بھی میرے بہکاوے میں آنے پر تیار نہ ہوا۔

☆☆☆

نوشابہ کے ساتھ میری شادی...... میری جانب سے سادگی اور ان کی جانب سے خوب دھوم دھام سے ہوئی۔ پروفیسر رضا نے سجے ہوئے فلیٹ کے ساتھ گرے آلٹو مجھے سلامی میں دی۔ خالہ کے گھر سے میں فلیٹ میں منتقل ہو گیا...... شروع شروع میں تو خالہ اور نمو روزانہ ہی ہمارے فلیٹ میں آتی رہیں مگر آہستہ آہستہ ان کے آنے میں کمی آتی گئی حتیٰ کہ وہ بالکل ہی رک گئیں۔

''خالہ جان...... آپ آیئے ناں......؟'' میں انہیں فون کرتا۔

''نہیں بیٹے...... چھوٹے اپنے بڑوں کے ہاں آیا کرتے ہیں تم اپنی دلہن کو لے کر آیا کرو۔'' خالہ نے شفقت سے مجھے سمجھایا۔

''نمو تو مجھ سے چھوٹی ہے...... وہ تو آیا کرے......'' محبت کی قربانی دے کر...... ان دنوں میں اپنے آپ کو کسی ہیرو سے کم نہیں سمجھ رہا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ نمو میری خاموش محبت کو سراہے۔ میری قربانیوں کی قدر کرے جس کے لیے میں نے اپنی عمر سے بڑی پتھر کی آنکھ والی لڑکی قبول کی تھی۔

''ارے بیٹے وہ گھر میں ٹکتی ہی کتنی ہے جو تمہارے ہاں آئے...... خیر سے اس کی شادی ہو تو میں بھی سکھ کا سانس لوں۔'' خالہ کی تاویل بھی حقیقت پر مبنی تھی۔

☆☆☆

شادی کے بعد جلد ہی مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ نوشابہ کو اپنے عیوب کی قطعی کوئی پروا نہیں تھی۔ اس کا داہنا پیر خاصا مڑا ہوا تھا...... چال میں نہ صرف جھکا تھا بلکہ اسے پیر بھی اچک کر گھسیٹنا پڑتا تھا...... تب بھی وہ میرے ساتھ شام کو پارک میں چہل قدمی کی تمنائی تھی۔ لوگوں کی ترحم بھری نظریں مجھے ناگوار لگتیں...... مگر اس کا اصرار ہوتا کہ روزانہ یونہی ٹہلا جائے۔

نوشابہ کو اپنے دولت مند ہونے پر خاصا گھمنڈ تھا...... میری عزت اس کے دل میں شوہر کے بجائے ایک خریدے ہوئے مال کی سی تھی۔ وہ میری تمام تر وجاہت، ذہانت اور اس قربانی کی قطعی پروا نہیں کرتی تھی۔ وہ خودسر ہونے کے ساتھ ساتھ بدتمیز بھی بہت تھی۔ ابھی اس کے دلہناپے کے دن تھے لیکن اس نے مجھے اپنے سے کمتر سمجھنا شروع کر دیا تھا۔

''دانش...... اتنی کم تنخواہ میں...... میرا تو گزارا نہیں ہو سکتا......'' وہ تمسخرانہ ہنسی کے ساتھ کہتی۔

''پھر کیا خیال ہے...... شام کو ایک آدھ چوری کی واردات کر لیا کروں......؟'' میں نے اس سے پوچھا۔

''اُفوہ...... یہ کیا کہہ دیا آپ نے؟ آپ چوری کریں گے...... نہیں بھئی...... اس کے لیے بھی بہادری چاہیے...... یہ تو آپ کے بس کی بات ہی نہیں ہے...... آپ تو مقابلے کے امتحان میں بھی فیل ہو گئے...... جب کہ آپ کے پرچے اچھے ہوئے تھے...... یقیناً آپ کے پرچے چرائے گئے ہوں گے۔ آپ تو اس کی رپورٹ بھی درج نہیں کروا سکے۔''

''نوشابہ بات یہ ہے کہ بعض لوگ صرف ناکامیاں سمیٹنے کے لیے اس دنیا میں آئے ہیں...... میری بھی خواہش تھی کہ میں اچھی نوکری حاصل کرتا مگر کیا کروں، قسمت نے میرا ساتھ نہیں دیا۔''

''مگر اس میں میرا کیا قصور ہے؟ اگر میری ایک آنکھ پتھر کی ہے تو اس کا قطعی یہ مطلب نہیں کہ میری تمام تر خواہشات بھی پتھر بن چکی ہیں......'' وہ پیر گھسیٹ کر میرے پاس دھم سے آ کر بیٹھ گئی۔

''پھر میں کیا کروں؟'' میں لاچاری سے بولا۔

''آپ مرد ہیں...... بہت کچھ کر سکتے ہیں...... زیادہ سے زیادہ محنت کیجیے...... تاکہ میں اسی شان سے رہوں جیسے پہلے رہا کرتی تھی۔ میں نے کبھی اپنے دل کو نہیں مارا...... جس چیز کو چاہا اسے حاصل کیا۔''

''پہلے کی بات تم چھوڑو...... اب تم کیا ہو...... صرف یہ سوچ ذہن میں رکھو......'' اس کا اندازِ فکر مجھے قطعاً پسند نہیں آیا تھا۔

''آپ مجھے مشورہ دے رہے ہیں یا محنت کرنے سے اپنی جان بچا رہے ہیں......'' اس کا لہجہ شعلہ فشانی کر رہا تھا۔

''میں نوکری کے ساتھ دو چار ٹیوشن پکڑ لوں گا...... اس سے زیادہ میں کیا تیر مار سکتا ہوں...... تمہیں یہ بات شادی سے پہلے معلوم تھی کہ جو نوکری مجھے بمشکل مل پائی تھی اس کی اجرت صرف پندرہ ہزار روپے ماہانہ ہے۔''

''اچھے امیر گھرانوں کے ٹیوشن پکڑیں تاکہ کچھ تو گزارہ ہو۔'' تب میں دفتر سے آ کر پھرکی بن جاتا۔ یوں بارہ ہزار مزید ملنے لگے۔

''اب تو تم خوش ہو ناں......؟'' ایک شب میں نے اسے ناراض دیکھ کر پوچھا...... نہ جانے وہ کیسی بیوی تھی...... شوہر کو اتنی محنت کرتے دیکھ کر بھی خوش نہیں تھی...... جب کہ میں یہ تمام تر جدوجہد صرف اور صرف اس کی خاطر کر رہا تھا۔ اس کی محبت کی جولانی اس کے پیار کی قوت...... میری تھکن ختم کر سکتی تھی...... مگر وہ بیوی کے اس وصف سے عاری تھی۔

''آپ سے شادی کر کے تو میری قسمت ہی پھوٹ گئی......'' اس نے بیویوں کا اوچھا ہتھیار استعمال کیا۔ نہ کسی کو ڈھنگ کا تحفہ دے سکتی ہوں کہ پیسے ہی نہیں بچتے...... میری فرسٹ کزن کی شادی ہوئی...... سب نے اس کو رونمائی میں سونے کے سیٹ دیے...... میں نے فقیروں کی طرح اسے صرف ایک ہزار روپے دیے۔''

''شادی میں دینے کے لیے پانچ سو روپے بھی بہت زیادہ تھے تم دو سو روپے والا پرائز بانڈ بھی دے سکتی تھیں۔''

''میں سمجھ رہی ہوں آپ کی باتیں...... دو سو روپے سے آپ مجھے پچاس روپے پر بھی لا سکتے ہیں...... دو سو روپے والا پرائز بانڈ دینے سے تو کہیں بہتر تھا کہ میں زہر کھا لیتی۔'' وہ آنسو بہاتے ہوئے بولی۔

''سنو...... اللہ تعالیٰ نے زندگی اس لیے نہیں دی...... کہ ہر وقت منہ بسور کر رہا جائے...... اور پیسے کی کمی کو زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ بنا لیا جائے...... خوش رہنا سیکھو...... اس سے زندگی بھی آسانی سے گزرے گی...... اور ہم دوسروں کو بھی خوش رکھ سکیں گے۔''

''جب ہم خود ہی خوش نہیں ہوں گے تو کسی کو کیا خوش رکھیں گے...... وہ جاہل عورتوں کے سے انداز میں بولی۔'' آپ سے شادی کر کے میری اوقات دو کوڑی کی نہیں رہی...... میرے پاس اتنے بھی پیسے نہیں ہیں کہ اپنے گھر میں کوئی گرینڈ پارٹی کر سکوں...... آپ رو پیٹ کر جو کچھ کما رہے ہیں...... اس میں ہوتا ہی کیا ہے...... مہنگائی اس قدر ہے کہ پیسوں میں برکت ہی نہیں رہی۔''

''نوشابہ...... نہ ہونے کو تو ایک لاکھ میں بھی کچھ نہ ہو اور ہونے پر کم پیسوں میں بھی بہت کچھ ہو جاتا ہے دراصل عورت کا سلیقہ ہر جگہ بولتا نظر آتا ہے اور پھوہڑپنے سے کوئی کام نہیں ہوتا......'' نوشابہ کی باتیں سن کر میرے لہجے میں بھی تلخی آ گئی۔

''اونہہ...... طنز کے تیر برسانے شروع کر دیے...... دکھا دی ناں...... اپنی اوقات...... دو جملوں میں تمہارا شجرہ تک ظاہر ہو گیا کہ کس خاندان سے تمہارا تعلق ہے۔''

''زبان کو لگام دو......'' مارے غیض کے میرا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

''مجھے معلوم ہے تم جس طبقے سے تعلق رکھتے ہو...... وہاں بیویوں کو مارنا ایک عام معمول ہے...... مگر میرے ساتھ ایسا کیا تو اپنے نقصان کے تم خود ذمے دار ہو گے...... اس شہر کے آئی جی پولیس میرے قریبی عزیز ہیں......'' وہ تڑی دینے والے انداز میں بولی۔

''میں کہتا ہوں بکواس بند کرو...... تم اس قدر جاہل اور گھٹیا خیالات کی حامل ہو گی یہ مجھے معلوم نہیں تھا۔ خدا نے تمہیں جسمانی عیب سے ہی نہیں بلکہ پھوہڑ زبان کے عیب سے بھی نوازا ہے۔''

”آ گئے ناں اپنی اوقات پر...... گنوا دیے ناں میرے عیب مگر یہ کیوں بھولے ہوئے ہو...... ان عیوب کی بھی تمہیں قیمت ادا کی گئی ہے۔ پندرہ لاکھ کا تو صرف یہ فلیٹ ہے...... اگر مجھ میں تین خامیاں ہیں تو تمہیں میری ایک خامی پانچ لاکھ کی پڑی...... پھر پورا جہیز...... نئی رائی سے رتی تک کی ہر چیز میں لے کر آئی ہوں...... نثار تم دس مرتبہ بھی پیدا ہو جاتے تب بھی یہ سب حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ تمہاری خالہ نے اللہ واسطے کی تمہاری پرورش کر دی تو ان کے تعلقات کے زور پر تم اونچے گھرانے کی لڑکی بیاہ کر لے آئے کہ وہ لوگ فی سبیل اللہ تمہاری بقیہ زندگی کٹوا دیں...... آج بھی میری امی میرے لیے سردیوں کے کپڑے لائیں، ڈرائی فروٹس لائیں اور اس کے ساتھ مجھے پانچ ہزار روپے بھی دے کر گئی ہیں کہ کوئی حسرت میرے دل میں سر اٹھانے نہ پائے...... تم تو کسی قابل ہی نہیں ہو...... اس کا اندازہ سب کو ہی ہے۔“

”تم ہوش میں تو ہو...... تم کس لہجے میں مجھ سے بات کر رہی ہو۔ یہ بات تمہیں کسی نے نہیں بتائی کہ شوہر کی عزت کرنا بیویوں پر فرض ہے۔ یہ خدا کے احکام میں سے ایک ہے۔“

”اپنے مطلب کے احکام اور شرع کی تفصیل مجھے بتانے کی ضرورت نہیں ہے......“ وہ انتہائی بدتمیزی سے بولی۔ ”ہر شخص کی عزت اس کی اوقات کے مطابق ہوتی ہے۔ افسر کو سب کھڑے ہو کر سلام کرتے ہیں اور ایک چپڑاسی کے سلام کا جواب صرف گردن کی حرکت سے دیا جاتا ہے۔“ اس نے منطق بھگاری۔

”واقعی تم تو سراپا جہالت ہو...... امارت اور رتبے کا رعب کسی اور کو دینا...... اگر تمہارے گھر والے پیسے والے ہیں تو اس کا تم مجھ پر رعب نہیں ڈال سکتیں...... تم ایک متوسط طبقے کی حامل شخص کی بیوی ہو تمہیں یہ باتیں زیب نہیں دیتیں۔“

”میں تم ... سے زیادہ جانتی ہوں...... تعلیم کا رعب کس کو دیتے ہو میرے تو خود اپنے دو بھائی پی ایچ ڈی ہیں...... ہمارے ہاں نوکر بھی پڑھے لکھے رکھے جاتے ہیں...... مجھے سمجھانے کی تم ... کو کوئی ضرورت نہیں ہے...... مما نے تم سے میری شادی اس وجہ سے کی تھی کہ تم ... میری ہر بات مانو گے، مگر تم ... تو ہر معاملے میں مین میخ کرتے ہو اور بحث کرنے کے تو اس قدر عادی ہو کہ توبہ الٰہی...... میری زندگی تو تمہارے ساتھ عذاب ہو کر رہ گئی ہے۔“

”نوشابہ خدا کے لیے خاموش ہو جاؤ......“ میں نے اپنے تھکے ہوئے وجود کو بستر پر گراتے ہوئے کہا مگر اس کی بک بک جاری تھی...... اور میں اپنے کانوں تک رضائی لیے لیٹا تھا۔

☆☆☆

صبح میں اٹھا...... تو وہ منہ بنائے بستر پر لیٹی تھی۔ رات کی تلخی کے اثرات اس کے چہرے پر موجود تھے۔

”خود ناشتا بنا کر کھا لو۔ میں نوکر نہیں ہوں کہ ہر وقت تمہارے سامنے میز ہی سجاتی رہوں۔“ اس نے منہ بگاڑ کر کروٹ بدلی۔ بادلِ ناخواستہ میں نے چائے کا ایک کپ بنا کر پیا اور دفتر چل دیا۔

دفتر میں بھی طبیعت کی پژمردگی کی وجہ سے ڈھنگ سے کام نہ ہو سکا۔ سارا وقت نوشابہ کے جملے ہتھوڑے بن کر میرے دماغ پر برستے رہے...... آفس کا ٹائم ختم ہوا تو کام کرنے کے باوجود میرا سر مارے درد کے پھٹا جا رہا تھا۔

دفتر سے واپسی پر میں میں ٹیوشن پڑھانے کے بجائے خالہ کے ہاں چلا گیا...... خالہ مجھے دیکھ کر بڑی محبت سے ملیں۔ نہ آنے کی شکایت کی مگر نمو میری موجودگی سے آگاہ ہونے کے باوجود اپنے کمرے میں مصروف رہی...... کافی دیر کے بعد وہ کمرے سے نکلی تو کہیں جانے کے لیے تیار تھی۔

”ہائے...... دانش بھائی...... آج اپنی کانی کے پاس سے کیسے آ گئے، لگتا ہے اپنی لنگڑی سے خوب جنگ ہو گئی ہے......؟“

”تم کہیں جا رہی ہو......؟“ میں اس کی بات گول کر گیا۔

”یہ بتایئے میں کیسی لگ رہی ہوں اس فیروزی رنگ میں؟“ وہ اٹھلائی۔

”ٹھیک ٹھاک......“ میں نے اس پر ایک نگاہ ڈال کر بتائی۔

”صرف ٹھیک ٹھاک......“ اس کا لہجہ روٹھا روٹھا سا ہو گیا۔

”کیا کہلوانا چاہتی ہو......؟“ میں ہنسا۔

”حسین ترین......“ وہ آنکھیں بند کر کے جھوم کر بولی۔

”چلو یہی سہی......“ کوشش کے باوجود تعریف کے الفاظ میرے ہونٹوں پر ٹھٹھر کر رہ گئے۔

”پتا ہے آج میں کہاں جا رہی ہوں؟“ وہ اترا کر بولی۔

”ظاہر ہے نوشابہ کے بھائی صاحب کے ساتھ کہیں پروگرام ہوگا۔“ میں نے کہا۔

”جی نہیں...... اب میں اتنی بدذوق بھی نہیں ہوں کہ الٹے سیدھے شعر ہر موسم میں سنتی رہوں...... پروفیسر صاحب کس قدر بور ہیں آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔“

”تو پھر تم کس کے ساتھ جا رہی ہو؟“ میں خاصا حیران تھا۔

”ڈاکٹر وسیم کے ساتھ ایک ڈنر پر۔“ وہ فخر سے بولی۔

”کون ڈاکٹر وسیم......؟“ میں نے پاگلوں کی طرح پوچھا۔

”ارے آپ نہیں جانتے انہیں...... ورلڈ فیم ہیں وہ بہت بڑے اور مشہور و معروف ماہرِ امراضِ دل...... حال ہی میں انگلینڈ سے یہاں شفٹ ہوئے ہیں“ وہ متبسم چہرے کے ساتھ بولی۔

”پھر نوشابہ کے بھائی صاحب کا کیا ہوگا...... تمہارا دل تو پروفیسر صاحب پر آ گیا تھا......؟“ یکبارگی میں بیٹھے سے کھڑا ہو گیا۔

”بھاڑ میں جائے نوشابہ اور چولھے میں جائیں پروفیسر صاحب......“ اس نے جاہل عورتوں کی طرح ہاتھ نچاتے ہوئے کہا۔

”تم ایسے کیوں کہہ رہی ہو...... وہ تو تمہیں......؟“

”ایسا کنجوس شخص میں نے زندگی بھر نہیں دیکھا چار کروڑ کے لگ بھگ کم بخت کو ترکہ ملا ہے پھر بھی اسٹینڈرڈ کے کنفس افورڈ نہیں کر سکتا اور باتیں اتنی چیپ کرتا ہے جیسے نو دولتیے کرتے ہیں۔“ نمو کی باتیں میرے دل و دماغ کو بھسم کر گئیں جو کمی نوشابہ کی باتوں سے رہ گئی تھی وہ نمو نے پوری کر دی تھی۔

”اگر نوشابہ کے بھائی صاحب سے تمہیں شادی نہیں کرنا تھی تو مجھے بطور چارے کے کیوں استعمال کیا؟ مجھے کس خوشی میں تم نے کھائی میں گرایا ہے۔“ میرا لہجہ آگ برسا رہا تھا۔

”ہاں، مجھے افسوس ہے کہ آپ کو لائف پارٹنر درست نہیں ملا۔ مونا بھی یہی کہتی ہے۔“ وہ بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے عام سے لہجے میں بولی۔

”میری زندگی تباہ کرنے والی صرف تم ہو...... تم......“ میں نے غصے سے غرا کر کہا اس وقت میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ نمو کا کیا حشر کر ڈالوں۔

”سوری دانش بھائی...... یہ شادی میں نے آپ کے بھلے کے لیے کروائی تھی۔“

”میرے بھلے کے لیے کروائی تھی یا اپنے بھلے کے لیے......؟“ میں غصے سے چیختے ہوئے بولا۔

”صرف اور صرف آپ کے بھلے کے لیے......“ وہ تمسخر سے ہنسی۔

”مگر کس لیے......؟“

”آپ دولت اور دولت مندوں کو حریص نظروں سے دیکھا کرتے تھے...... مجھے کیا پتا تھا کہ نوشابہ اتنی

یہ موسم

... مجھ کو سونپ گیا فرقتیں دسمبر میں
درختِ جاں پہ وہی سردیوں کا موسم ہے
ہمارے لب تو دعائیں جائے رکھتے ہیں
پر آسماں پہ وہی سردیوں کا موسم ہے

مرسلہ: فرزانہ سہیل، میاں چنوں

بری بیوی ثابت ہوگی...... واقعی بڑے اوچھے لوگ نکلے ہے......؟

''معصومہ مت بھولو کہ یہ شادی تم نے صرف اور صرف پروفیسر صاحب سے شادی کرنے کے لیے کروائی تھی۔ اس سلسلے میں تم نے میری خوشامدیں کی تھیں۔ میری زندگی کو تلخ کرنے میں صرف تمہارا ہاتھ ہے، صرف تمہارا ہاتھ۔''

''اُفوہ...... کیا ہوگیا ہے آپ کو؟ کیوں میری جان کے پیچھے پڑے ہیں۔ شادی آپ کی ناکام ہوئی ہے، ذمے دار مجھے ٹھہرا رہے ہیں میری دوست مونا ٹھیک کہتی ہے دانش ایک مینٹل کیس ہے۔ مجھے کیا ضرورت پڑی تھی کہ پروفیسر صاحب سے شادی کے لیے مری جاتی۔ ان کے پاس سوائے علمیت کے بوجھ کے رکھا ہی کیا ہے جو پیسہ انہیں ترکے میں ملا ہے لگتا ہے وہ ان کی قسمت میں ہی نہیں...... وہ بینک میں پڑا یوں ہی سڑے گا اور وہ اسے استعمال بھی نہیں کر سکیں گے۔''

''تم صرف اور صرف بکواس کر رہی ہو......؟''

میرے جلال میں کسی صورت کمی نہیں آ رہی تھی۔

''دانش بھائی قسمت نے آپ کا ساتھ نہیں دیا تو اس میں میرا کیا قصور...... یہ تو سدا آپ سے روٹھی ہی رہی۔ مقابلے کے امتحان میں آپ فیل ہوئے تو اس کا ذمے دار بھی آپ مجھے ٹھہرائیں گے؟ آپ سے جونیئر لوگوں کی پروموشن ہوگئی تو اس میں بھی میرا ہی ہاتھ تھا کیا......؟ آئندہ غصہ تھوک کر آیئے گا۔ ہاں اپنی کالی کو بھی کبھی کبھی لے آیا کریں...... اچھے جوک سناتی ہے۔ اچھا بائے...... سی یو......'' اس کی سینڈل کی کھٹ کھٹ میرے اعصاب پر دور تک برستی چلی گئی۔ کافی دیر تک میں یونہی گم صم سا بیٹھا رہا۔ وہ کتنی سفاکی سے اپنی بات کہہ گئی تھی۔

بات کی نزاکت اور جذبوں کی ہلاکت کا شاید اسے کچھ احساس ہی نہیں تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مجھے اس سے نفرت سی محسوس ہوئی۔ میرا دل چاہا اب اگر وہ میرے سامنے آجائے تو اس کے جھونٹے پکڑ کر اس کا منہ طمانچوں سے سرخ کردوں۔ مجھے کھائی میں گرا کر بھی وہ بالکل پشیمان نہیں تھی۔

کیا سمجھتی تھی وہ اپنے آپ کو......؟ مجھے ساری زندگی تگنی کا ناچ نچایا...... اپنی ہر بات...... جا بے جا منوائی اور میں حکم کے غلام کی طرح ہمیشہ اس کے غلط دوستوں اور غلط فیصلوں کے درمیان پستا رہا...... میری زندگی صرف اس کی وجہ سے جہنم کا نمونہ بنی تھی مگر اسے تو اپنی زیادتیوں کا احساس ہی نہیں تھا۔ چوٹ مار کر وہ زخمی کو اٹھانے والوں میں سے نہیں تھی کہ ترحم بھری نگاہ ڈال کر آگے نکل جانے والوں میں سے تھی اس کی محبتیں...... جذبوں کی وحشتیں صرف اور صرف اپنی ذات کے لیے تھیں...... جن میں کھو کر وہ سب کو بھول جایا کرتی تھی۔ اس سے سب محبت کریں یہ تو وہ چاہتی تھی مگر خود کسی دوسرے سے محبت کرنے کی روادار ہرگز نہ تھی۔

محبت ایک کھیل تھا...... اس کے لیے اور اپنا پسندیدہ کھیل...... وہ رغبت سے کھیلا کرتی تھی۔ تو نہیں...... اور کسی پر وقت پاس کرنے والی لڑکی نے میری زندگی داؤ پر لگا دی تھی...... اور بجائے اس کے کہ وہ میری بے چارگی پر آنسو بہاتی وہ مجھ سے پرسا بھی اس انداز میں کرکے آگے بڑھ گئی...... کہ اگر میں نہ ہوتا تو وہ یہی بات دیواروں سے کہہ جاتی۔ میں خاموشی سے اٹھا اور اپنی آلٹو کو اس تیزی سے بھگایا جیسے کوئی بلا میرے پیچھے پڑی ہوئی ہو۔ میں اپنے منتشر ذہن کے ساتھ رف ڈرائیونگ کر رہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا...... کہ جب اپنے حالات ناسازگار ہوں تو دوسرے کی غلط بات بھی صحیح لگتی ہے اور ایسا بھی کبھی نہیں ہوتا...... کہ ہم کبھی صحیح بات سوچتے ہی نہ ہوں...... سچ اور اچھی بات سب کو ہی سجھائی دیتی ہے...... مگر اس پر قائم رہنا یا نہ رہنا ہمارا اپنا عمل ہوتا ہے...... اور ہمارا عمل ہی ہماری تقدیر کو بھی بنانے یا بگاڑنے میں معاون ہوتا ہے۔ اسی لیے اپنی ہستی پر پہلے اعتبار کرنا چاہیے...... ہم اپنے مسائل خود زیادہ سمجھ سکتے ہیں...... اسی لیے انہیں حل بھی خود کرنا چاہیے...... کیا خیال ہے؟